(۱۰)

(فرمودہ ۸۔ جون ۱۹۲۱ء بمقام باغ حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ قادیان)

دنیا میں دو قسم کی طبیعتیں ہوتی ہیں۔ بعض وہ جو ہر بات کو خواہ وہ کسی قسم کی ہو بُرے معنوں میں لے جاتے ہیں خواہ اچھی خبر ہو تو وہ افسوس کرتے ہیں اور ہر بات کا بُرا پہلو لیتے ہیں۔ خوشی ان کے لئے رنج اور راحت ان کے لئے افسردگی کا موجب ہوتی ہے۔ اور کچھ ایسے ہیں جو ہر بُری بات کو اچھے معنوں میں لیتے ہیں کوئی تکلیف ہو ان کو گھبرا نہیں دیتی۔ یہ مطلب نہیں کہ ان کو احساس نہیں ہوتا۔ نہیں احساس تو ہوتا ہے مگر وہ برداشت کرتے ہیں۔ ان پر غم کا اثر کم ہوتا ہے جس طرح بعض پر خوشی کا اثر کم ہوتا ہے۔

شاید بعض لوگ میرے خطبات عید سن کر کہیں کہ یہ ہمیشہ رنج کی خبریں سناتا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ خدا نے میری طبیعت ایسی نہیں بنائی کہ خوشی کی بات کو رنج کی بات بتاؤں۔ عقلمند انسان ہر ایک بات کو سمجھتا اور اس سے فائدہ اٹھاتا ہے اور جس سے عبرت حاصل ہوتی ہے اس سے عبرت حاصل کرتا ہے۔ پس میں اگر خطباتِ عید میں اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ سچی عید کیا ہے تو اس سے یہ مطلب نہیں کہ خوشی کو رنج سمجھتا ہوں بلکہ یہ مطلب ہے کہ جس واقعہ سے عبرت حاصل ہو سکتی ہو اس سے عبرت حاصل کریں اور اس کو یونہی نہ جانے دیں۔ آج میں پھر اسی بات کو دُہراتا ہوں جس بات کو قریباً ہر عید کے خطبہ پر دُہراتا رہا ہوں گو الفاظ اور امثلہ اور طرزِ بیان میں تبدیلی آگئی ہو۔

پس میں آج پھر کہتا ہوں کہ عید ہمیں ایک بات کی طرف توجہ دلاتی ہے اور اس بات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے جو یہ ہے کہ انسان کا دل راحت کے سامان چاہتا ہے اور پھر توجہ دلاتا ہے کہ وہ راحت کس طرح حاصل ہوتی ہے۔ کوئی مسلمان عید کے دن کو ماتم کا دن نہیں سمجھتا لیکن کیا ہمارے یہ کہنے سے وہ عید ہو جاتا ہے۔ ہر ایک شخص کے کہنے سے یا شریعت کے عید کہنے سے عید ہر ایک کے لئے عید نہیں ہو سکتی۔ کیا وہ شخص جس کے گھر میں موت ہوئی ہو وہ عید کے دن کو عید سمجھے گا، یا کوئی شخص جس کا کوئی رشتہ دار بیمار ہو وہ عید سے خوشی محسوس

کرے گا‘ یا کوئی شخص قید میں پڑا ہو‘ یا کسی کے ہاں خونریزی ہوئی ہو‘ یا کسی کے ہاں چوری ہوئی ہو‘ ڈاکہ پڑا ہو‘ وہ عید سے خوشی محسوس کر سکتا ہے۔ کسی کی گھر میں لاش ہو یا کسی کی بیوی پاگل خانہ میں ہو وہ عید سے خوش ہو سکتا ہے؟ کیا اس کا دل خوش ہو گا کہ آج عید ہے اس سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ عید عید کہنے سے عید نہیں ہوتی بلکہ عید اسی وقت ہوتی ہے جب عید ہو۔ یعنی جب تک عید کی شرائط پوری نہ ہوں اس وقت تک عید عید نہیں بن سکتی۔

یہ سبق ہے جس کی طرف میں نے پہلے بھی توجہ دلائی ہے اور آج پھر وہی بات دُہراتا ہوں۔ میں اس بات کی طرف توجہ دلاتا رہا ہوں مگر آپ میں بہت ہیں جنہوں نے ادھر توجہ نہیں کی اس لئے میں اس کی طرف توجہ دلاؤں گا اور اس وقت تک جب تک کہ ایک بھی شخص ایسا ہے جس نے توجہ نہیں کی توجہ دلاتا رہوں گا۔ گو میں آپ لوگوں کے احساسات کا خیال کر کے طرزِ بیان اور امثلہ بدل دوں۔

عید کیا ہے۔ سو عید کے لفظ میں ہی یہ بات بتا دی گئی ہے۔ کوئی عید نہیں جس میں لوگ جمع نہ ہوں۔ سب مذاہب کی عیدوں میں یہی بات پائی جاتی ہے۔ اس فطری قانون نے توجہ دلائی کہ سچی خوشی یہ ہے کہ وصال ہو۔ تم دنیا کے کسی گوشہ میں چلے جاؤ عید کے مفہوم میں اختلاف نہیں پاؤ گے۔ اور غم کس کو کہتے ہیں اس کو کہ جُدائی ہو۔ مل جانے کا نام عید ہے۔ جتنا بڑا ملاپ ہو گا اتنی ہی بڑی عید ہو گی۔ لوگ نماز کے لئے جمع ہوتے ہیں یہ بھی ایک عید ہے مگر محلّہ کے لوگوں کی۔ لوگ جمعہ کے دن جمع ہوتے ہیں یہ شہر کے لوگوں کی عید ہے۔ اور عید میں علاقہ کے لوگ جمع ہوتے ہیں یہ ان کی عید ہے۔ اور حج میں تمام دنیا کے مسلمانوں کی عید ہے کہ اس میں تمام جہان کے مسلمان جمع ہوتے ہیں اور یہ بڑی عید ہے۔ بتاؤ کہ جب تک حقیقی اجتماع نہ ہو عید کیسے ہو سکتی ہے۔

اب سوال ہوتا ہے کہ کن سے ملیں۔ اس کو عید ہی کے لفظ سے حل کریں گے اور عید ہی سے پوچھیں گے کہ کن سے ملنا چاہئے۔ تو جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ملنا ان سے چاہئے جن سے خوشی ہو اور انہی سے ملنے کا نام عید ہے کیونکہ لوگ لڑائیوں میں ملتے ہیں جتنے جرمنی و فرانس کے میدانوں میں لوگ ملے۔[1] اتنے پہلے کہاں ملے ہوں گے مگر ان کا ملنا عید نہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ملنا وہ عید ہے جو ہمارے لئے مفید ہو۔ پس دنیا کے دستور نے بتا دیا کہ عید وہ ہے جس میں ملاپ ہو اور ملاپ بھی وہ جو مفید ہو۔ گویا عید اس

وجود سے ملنے کا نام ہے جس سے ملنے سے راحت ہو اور اس سے جُدائی غم ہے ماتم ہے۔

اب کون ہے وہ وجود جس سے ملنے سے فائدہ ہوتا ہے۔ اپنے اپنے حال پر غور کرو۔ بیوی سے ملنا مفید ہے' بچے سے ملنا خوشی کا باعث ہے' بیوی کا خاوند سے ملنا اس کے لئے مفید ہے' دوست کا دوست سے ملنا مفید ہے' محلہ دار کا محلہ دار سے ملنا خوشی ہے' گورنمنٹ ہمارے لئے مفید ہوتی ہے۔ یہ سب چیزیں اپنی اپنی جگہ مفید ہیں مگر یہ ہر جگہ اور ہر وقت مفید نہیں نہ یہ ہر وقت ہمارے کام آسکتی ہیں۔ یہ ایک ایک ضرورت کو پورا کرتی ہیں مگر سب ضرورتوں کو پورا نہیں کرتیں۔ پانی اعلیٰ درجہ کی چیز ہے مگر جب پیاس نہیں تو کسی کام کا نہیں۔ کھانا مفید ہے لیکن اگر کھانے کے لئے دینے کی بجائے ایسا ہو کہ اس شخص کے سر پر اُٹھوا دیا جائے یا اس کی کمر کے ساتھ بندھوا دیا جائے تو کھانا اس کو کہاں مفید ہو سکتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ گورنمنٹ امن قائم کرتی ہے لیکن گورنمنٹ کی موجودگی میں لوگ قتل ہوتے' ڈاکے پڑتے اور تو اور گورنمنٹ کو لوگ الٹ دیتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ یہ بھی ہر حال میں کام آنے والی نہیں۔ بیوی بچے مفید ہیں' راحت کا باعث ہیں لیکن بیسیوں موقعے بادشاہوں پر آئے ہیں کہ جب بادشاہ بھاگے ہیں اور انہوں نے دیکھا کہ غنیم جو سر پر ہے وہ ان کے ننگ و ناموس کو خاک میں ملا دے گا تو انہوں نے اپنی بیوی اور لڑکیوں کو ہاتھ سے قتل کر دیا۔ یا امراء نے کر دیا۔ یا عورتوں کو جل کر مرجانے کی تاکید کر دی۔ پس یہ بھی ہر حال میں موجب راحت نہیں۔

ہر حال میں راحت کے لئے ایک ہی ہستی ہے اور وہ خدا کی ذات ہے جو ہر وقت اور ہر حال میں ہمارے کام آتا ہے اور ہمارے لئے ہر ایک راحت کو مہیا کرتا ہے اور کوئی موقع نہیں جو ہم پچھتائیں کہ ہم نے کیوں اس سے تعلق کیا۔ ایک انسان شادی کرنے اور اولاد ہونے پر افسوس کرتا ہے جب وہ ان کے لئے خوراک مہیا نہیں کر سکتا۔ وہ اُس وقت کہتا ہے کہ اے کاش! میں نے شادی نہ کی ہوتی اور یہ اولاد پیدا نہ ہوتی تا مجھے یہ دن تو نہ دیکھنا پڑتا کہ یہ بھوکے میری آنکھوں کے سامنے تڑپ رہے ہیں۔ وہ شخص جو دشمنوں کے نرغہ میں آتا ہے اس وقت افسوس کرتا ہے کہ میری بیوی اور یہ لڑکیاں کیوں موجود ہیں۔ مگر یہ موقع خدا سے تعلق کرنے میں نہیں آتا۔ دنیا کا کوئی رشتہ نہیں جس میں انسان ہر وقت خوشی محسوس کرے۔ ایسا بارہا ہوتا ہے کہ باپ بچے کے ہونے پر افسوس کرتا ہے اور بچہ باپ کے اور بیوی خاوند کے اور خاوند بیوی کے دوست دوست پر افسوس کرتا ہے۔ اور اس بات پر افسوس کیا جاتا ہے کہ ہم فلاں شہر

یا فلاں ملک یا فلاں قوم میں کیوں پیدا ہوئے۔ لیکن اگر کبھی افسوس نہیں ہو سکتا تو وہ محض خدا کی ذات ہے جس سے تعلق پر کوئی شخص افسوس نہیں کر سکتا اور کبھی نہیں کر سکتا۔

پس حقیقی عید کیا ہوئی۔ یہی کہ خدا سے تعلق ہو جائے' اس سے ملاقات ہو جائے' پھر کوئی برکت نہیں جو حاصل نہ ہو' کوئی راحت نہیں جو میسر نہ آئے بلکہ ایسے شخص کے لئے ہر ایک آن عید ہے۔ ؎ پس عید کیا ہے؟ خدا سے ملنا۔ اس لئے عید کے دن سے عبرت حاصل کرو اور خدا سے ملنے کی کوشش کرو ایسی کوشش جو کبھی سست نہ ہو۔ اگر اس کو پالو گے تو کوئی رنج نہیں جو دور نہ ہو جائے اور کوئی راحت نہیں جو میسر نہ آئے۔ جس کو خدا تعالیٰ مل جائے اس کو کوئی موت رنجیدہ نہیں کر سکتی کوئی غصہ دکھ نہیں دے سکتا۔ دیکھو بیوی خاوند جن میں خوب محبت ہو اور پھر کوئی ایسا وقت جبکہ ایک دوسرے کو یقین ہو کہ ہم میں بہت محبت ہے اس وقت اگر خاوند غصہ والی شکل بنائے بھی تو کیا عورت ناراض ہو گی۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ ہنس دے گی اور سمجھے گی کہ یہ بھی پیار ہے۔ پس جس کے ساتھ خدا کو محبت ہو اور جس کا خدا سے تعلق ہو اسے اگر غصہ کی نظر سے بھی دیکھے تو وہ رنجیدہ نہیں ہو گا بلکہ یقین کرے گا کہ یہ غصہ نہیں بلکہ یہ بھی ایک اظہار محبت کا طریق ہے۔ کسی عزیز کی موت اسے غمگین نہیں کر سکتی' کوئی لڑائی' کوئی فتنہ اور کوئی منصوبہ اس کو غمگین نہیں کر سکتا' کوئی بیماری اور کوئی روگ ہو اس کا دل افسردہ نہیں ہو سکتا۔ پس اگر عید چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی طریق ہے اور وہ سفید کپڑے پہننے اور سیویاں کھانے کا نام عید نہیں ہے ؎ بلکہ عید یہ ہے کہ خدا سے تعلق ہو جائے اور بندے کی اس سے صلح ہو جائے۔ یہ عید جب آتی ہے تو جاتی نہیں اور اس عید کے دن کی شام نہیں۔ اس کو کوئی زمانہ ہٹا اور ختم نہیں کر سکتا۔ وہ دن ایسا ہے کہ اس کی عید ختم نہیں ہوتی۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے کہ

جِدھر دیکھتا ہوں اُدھر تُو ہی تُو ہے

وہ عید نہ اس دنیا میں ختم ہوتی ہے نہ قبر میں ختم ہوتی ہے نہ اگلے جہان میں ختم ہوتی ہے بلکہ اس عید کا دن یہاں چڑھنا شروع ہوتا ہے اور اگلے جہان میں عروج پر ہوتا ہے۔

پس اس عید سے یہ سبق لو جو خدا نے مقرر کیا ہے۔ دوسری عید جو اس سے چھوٹی ہے مگر ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ سے محبت رکھنے کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے بندوں سے محبت کی جائے۔ ؎ اور اگر یہ ضروری نہ ہوتا تو بجائے اس کے کہ خدا تعالیٰ ماں

باپ کے ذریعے سے انسان کو پیدا کرتا یونہی آسمان سے اتار دیتا۔ یا وہ ضرورتیں جو انسان کے لاحق حال ہیں وہ اور ذرائع سے پوری ہو جاتیں۔ مرد کو عورت کی اور عورت کو مرد کی ضرورت ہے تو بجائے مرد کے لئے عورت پیدا کرنے کے خدا تعالیٰ کوئی ایسا سامان کرتا جو عورت کی ضرورت ہی مرد کو نہ پڑتی لیکن خدا نے ایسا نہیں کیا بلکہ عورت کو پیدا کیا' اولاد دی' محلہ دار بنائے۔ خدا کا یہ عمل بتاتا ہے کہ ہم ایک دوسرے سے آپس میں محبت کریں۔ انسان بچوں سے محبت کرتا ہے' بیوی سے محبت کرتا ہے' رشتہ داروں سے محبت کرتا ہے۔ کیوں کرتا ہے۔ کیوں خدا نے یوں نہ کیا کہ انسان کا یہ تقاضا بغیران کے پورا کیا جاتا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ خدا کے فرشتے نہیں اترتے اور اس کے ساتھ جماعت نہیں کراتے۔ اس سے پتہ لگتا ہے جس قدر لوگوں کے ہم سے اچھے تعلقات نہ ہوں گے وہ ہم سے نفرت کریں گے اور ہماری عید میں اتنی ہی کمی ہوگی۔ خوشی اسی وقت ہوتی ہے جب اجتماع ہو اور مفید ہو۔ کوئی نہیں جو اجتماع سے ناراض ہوتا ہو۔ کوئی مقرر جب تقریر کرتا ہے اگر اس کی تقریر میں لوگ اٹھ جائیں تو اس کو تکلیف ہوگی اور اگر بڑھ جائیں تو خوشی کا احساس ہوگا۔ پس سوائے مراقی کے کوئی نہیں جس کو اجتماع سے خوشی نہ ہوتی ہو۔ [ل]

مگر ان سب اجتماعوں سے بڑھ کر وہ اجتماع خوشی کا موجب ہوتا ہے جو خدا کے ذریعہ ہو وہ حقیقی اجتماع ہے اور اس سے جو خوشی ہو وہ حقیقی خوشی ہے۔ ماں باپ سے انسان علیحدہ ہو سکتا ہے مگر ایک مومن سے مومن جدا نہیں ہو سکتا۔ کیا ایک مومن کا اجتماع آنحضرت ﷺ سے چھوٹ سکتا ہے۔ ممکن ہے بیٹا جہنم میں جائے یا باپ۔ لیکن ایک مومن کا مومن سے وہ رشتہ ہے جو قیامت کو بھی جُدا نہ ہوگا۔ [ک]

پس وہ اجتماع جو خدا کے ذریعہ نہ ہو وہ حقیقی عید نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں جُدائی ہوتی ہے لیکن وہ اجتماع جو خدا کے ذریعہ ہو اور وہ وصال جو خدا کے واسطے سے ہو اس میں جُدائی نہیں اس لئے جب تک دنیا میں ایسے لوگ ہیں جن کا تعلق خدا سے نہیں ہم خوش نہیں ہو سکتے اور ہمارے لئے مکمل عید نہیں ہو سکتی۔

غور کرو اگر کسی شخص کے دیوار بہ دیوار کوئی لاش پڑی ہو تو وہ انسان اگر اس کے دل میں ذرا بھی شرافت ہے راحت میں نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جب اس کے رشتہ دار اور اس کے اہل شہر اور اہل قوم اہل ملک بلکہ تمام دنیا کے لوگ اس سے جُدا ہیں تو وہ خوشی کیسے محسوس

کر سکتا ہے وہ ضرور افسردہ ہو گا۔ اگر اس افسردگی کو محسوس نہ کرے تو اس کا دل زنگ آلودہ ہو گا۔ پس اگر دنیا میں ایک بھی شخص ہو جو ہم سے علیحدہ ہے تو ہم اس کی علیحدگی کی وجہ سے افسوس اور رنج محسوس کریں گے اور ہم کو حقیقی خوشی نہیں ہو سکتی۔

ہماری کوئی خوشی مکمل نہیں ہو سکتی۔ جب تک ہمارا ایک بھائی بھی امن میں نہ ہو لیکن جب تک تمام بنی نوع انسان امن میں نہ ہوں تو بالکل ہی نہیں ہو سکتی۔ ہمارے کتنے بھائی ہیں جو اِن سگے بھائیوں سے کہیں زیادہ ہیں جو ہم سے علیحدہ ہیں۔ مگر ہم ان کو دیکھتے ہیں کہ وہ رنج اور تکلیف میں ہیں۔ کتنے احمدی بچے ہیں جن کے والدین محض ان کی احمدیت کی وجہ سے ان سے ناراض ہیں اور نہ صرف ناراض ہیں بلکہ ان کے دشمن ہیں۔ تم خود خیال کرو کہ ان احمدی بچوں کے دل کی آج کیا حالت ہو گی۔ ان کے لئے آج خوشی نہیں بلکہ وہ اپنے عزیزوں سے صبح سے طعن سن رہے ہوں گے اور ایسے بُرے سلوک کو برداشت کر رہے ہوں گے جس کو انسان گوارا نہیں کر سکتا آج عید ان کے لئے عید نہیں ہو سکتی۔ مثال کے طور پر میں ایک نوجوان کا واقعہ سناتا ہوں جو اِس وقت میرے مد نظر ہے سوچو کہ اس کے دل کی کیا حالت ہو گی۔ مدراس میں ایک نوجوان کالج کا طالب علم ہندو سے مسلمان ہوا ہے۔ اس کے ماں باپ سخت درجے کے متعصب لوگ ہیں۔ کچھ عرصہ تک وہ اپنے مذہب کو چھپائے رہا لیکن اس عرصہ میں اس کے والدین کو اس کے متعلق کچھ شکوک پیدا ہونے لگے۔ وہ اس کے حالات کی کُرید میں لگ گئے۔ روز بروز ان کا شک بڑھتا گیا اور وہ اس کو تکلیف دینے لگ گئے۔ مجھے ایک اور شخص نے اس کے حالات لکھے کہ اس کے والدین اس کو بہت تکلیف دیتے ہیں۔ میں نے اس کے نام ایک خط لکھوایا جو اخبار الفضل ۸ میں بھی شائع ہو چکا ہے کہ بغیر تکلیف اور شدائد کی آگ میں پڑنے کے ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ اگر ہماری جماعت ان تکالیف میں سے گذر جاتی تو پختہ ہو جاتی۔ چونکہ لوگ مِنْ حَیْثُ الْجماعت مصیبتوں میں سے نہیں گذرے اس لئے بعض لوگ تھوڑی سی تکلیف پر گھبرا جاتے ہیں اس لئے تم مصائب و شدائد سے گھبراؤ نہیں بلکہ شکر کرو خدا نے تمہارے لئے بہتری کا سامان کیا ہے۔ اس کے جواب میں اس نے پچھلے دنوں خط لکھا کہ ابھی آپ کا خط آیا جس سے مجھے خوشی ہوئی۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ مصائب میں سے گذرے بغیر کوئی شخص مضبوط نہیں ہوتا اور میں ان مصائب کے برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ جس وقت آپ کا خط پہنچا اُس وقت رمضان شروع ہو گیا تھا۔ میں نے روزہ شروع کیا تو میرے دن

کے وقت کھانا نہ کھانے سے والدین کو میری نسبت اور شک بڑھ گیا اور انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تُو دن کے وقت کھانا کیوں نہیں کھاتا اس طرح مسلمان دن کے وقت کھانا نہیں کھایا کرتے۔ سارے گھر کے لوگ جمع تھے کہ اُس وقت مجھ سے سوال ہوا اور پھر پوچھا گیا کہ کیا تُو مسلمان ہے؟ وہ لکھتا ہے کہ یہ سوال تھا جس کے پوچھے جانے کا میں منتظر تھا۔ جس وقت انہوں نے پوچھا میں نے صاف کہدیا کہ ہاں میں مسلمان ہوں۔ میرا یہ کہنا تھا کہ تمام گھر کی حالت بدل گئی اور جوش و خروش شروع ہو گیا۔ اُس وقت میرا بڑا بھائی گھر میں تھا اس نے کھانا چھوڑ کر مجھے مارنا شروع کیا اور اتنا مارا اور اتنا مارا کہ مجھے بے حال کر دیا مگر نہ میں نے بھائی کے مقابلہ میں ہاتھ اُٹھایا نہ زبان سے کچھ کہا وہ مارتا رہا اور میں مار کھاتا رہا۔ آخر جب وہ خود ہی مارتے مارتے تھک گیا۔ تو مجھ سے الگ ہوا اور میں خاموش تھا۔ بھائی کی اس سختی اور میری اس حالت نے ایک اور حالت گھر کی بنادی۔ وہ لوگ جو ایک دم پہلے جوش اور غصہ میں تھے سب رو پڑے اور والد جس کو میں نے کبھی روتے نہ دیکھا تھا وہ بھی بے اختیار رو پڑا اور والد والدہ اور دوسرے عزیزوں نے میرے پیر پکڑ لئے اور کہا کہ تُو مسلمان رہ مگر ظاہر نہ ہو اس میں ہماری ہتک ہے۔ مار کھانا میرے لئے آسان تھا مگر اس نظارے کے لئے میں تیار نہ تھا اس لئے میں بھی کانپنے لگ گیا لیکن میرے دل میں یہ بات پڑی کہ یہ بھی میری آزمائش ہے اور میں نے اس حال میں خدا سے دعا کی کہ خدایا! مجھے اس امتحان میں ثابت قدم رکھ۔ اس نازک وقت میں میرا قدم حق سے پھسل نہ جائے۔ دعا کے بعد مجھ میں ایک قوت آگئی اور میں نے شرک کی مذمت اور اسلام کی خوبیوں اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر تقریر کی اور بتایا کہ میں کیوں مسلمان ہوا ہوں اور میں نے اس کے بعد بتایا کہ اے میرے باپ! میری جگہ دوزخ میں تم نہیں جاؤ گے اور نہ میں تمہاری جگہ جاؤں گا یہ جو کچھ میں نے کیا ہے حق ہے ہر ایک شخص کو اپنا معاملہ آپ صاف کرنا ہوگا۔ ؏ میں دنیاوی معاملات میں آپ کا فرمانبردار ہوں۔ مگر دین کے بارے میں آپ کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں۔ میری تقریر سے ان کی نفرت میں اور زیادتی ہو گئی اور میری حالت ایک قیدی کی مانند ہو گئی۔ میں نے والدین سے اجازت چاہی کہ میں عشاء کے بعد باہر تھوڑی دیر کے لئے ٹھہروں تو وہ مجھ کو اجازت نہیں دیتے۔ اور رشتہ دار آتے ہیں اور مجھے اسلام چھوڑنے کے لئے کہتے ہیں کہ باپ کا کہنا مانو کہ باپ کا درجہ خدا کے درجہ سے بڑھا ہوا ہے اور ہر ایک کو مجھ سے حقارت بڑھ رہی ہے مگر میرا دل مطمئن ہے۔ سوچو کہ آج عید کا دن

ہے مگر یہ اس کے لئے کس قدر ابتلاء کا دن ہو گا۔ لیکن یہ حالت ایک قلب کی نہیں ہزاروں لاکھوں قلوب ہیں جن کی یہ حالت ہے۔ ان کے لئے عید کیا خوشی کا موجب ہو سکتی ہے۔ بہت ہیں جو اپنی احمدیت کا اظہار کریں تو ان کے رشتہ دار ان کا خون بہا دیں۔ یہ حالت کیوں ہے؟ اس لئے کہ ابھی تک تمام دنیا نے مسیح موعود علیہ السلام کی قدر کو نہیں پہچانا اور لوگ آپ کی مخالفت کر رہے ہیں۔

غور کرو۔ وہ بچہ جس کے ماں باپ مخالف ہیں اور وہ مسیح موعود کو قبول کرتا ہے۔ اگر ان کے سامنے کہتا ہے تو لوگ جان کے دشمن ہوتے ہیں ورنہ ہر طرح اس کو گلے سے لگانے کو تیار ہیں۔ ان کی کیا حالت ہے اور عید ان کو کہاں تک خوشی پہنچا سکتی ہے۔ ہمارے لئے مکمل عید اور پوری خوشی کا دن وہ ہو گا جس دن تمام دنیا میں سے کوئی شخص ہم سے جُدا نہیں رہے گا۔ پس اس کے لئے کوشش کرو اور پوری جدوجہد سے کام لو تاکہ ہمارے لئے حقیقی عید کا دن آئے۔

یاد رکھو کہ زمانہ ہمیشہ ایک جیسا نہیں رہتا۔ حالات میں تغیرات آتے رہتے ہیں۔ یہ خدا کا فضل تھا کہ آج بولنے کی توفیق مل گئی۔ ورنہ اب جو گلے کی حالت رہتی ہے اس کو دیکھتے ہوئے بولنا ایک دُور کی امید نظر آتا ہے۔ تحریر بھی کم ہو سکتی ہے بوجہ نظر کی کمزوری کے۔ پس ہمیشہ ایسے دن نہیں رہا کرتے نہ ایسے حالات رہتے ہیں جن سے انسان سبق سیکھ سکے۔ نہ سمجھانے والے ہی ہمیشہ رہا کرتے ہیں۔ آج کل دنیا کی جو حالت ہے کہیں جنگیں ہیں، کہیں بیماریاں ہیں، کہیں قحط یہ سب حالات دنیا کے سمجھانے کے لئے ہیں مگر یہ حالات ہمیشہ نہیں رہا کرتے۔ آج کل ان حالات کی ایک رَو چلی ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ غفلت چھوڑ دو اور دل میں فیصلہ کرو کہ ہم تبلیغ میں نہ سست ہوں گے نہ ہٹیں گے جب تک ایک شخص بھی ہم سے بچھڑا ہوا ہے۔ ہم تمام بچھڑے ہوئے بھائیوں کو جمع کریں گے تب خوش ہوں گے۔ اور یہ بھی فیصلہ کرو کہ اگر ہم اس کام میں مر جائیں تو اپنی اولاد کو وصیت اسی کام کے کرنے کی کریں گے۔ اپنے آپ کو ایک قیمتی اور کار آمد وجود بناؤ۔ بیت الخلاء کی اینٹ نہ بنو۔ اپنے آپ کو ستون کی اینٹ بناؤ۔ ایک ہو جاؤ، متحد کوشش کرو۔ اُس وقت تک اس کوشش میں لگے رہو جب تک کہ دنیا میں ایک بھی کافر ہے۔

جب دوسرے خطبے کے لئے کھڑے ہوئے۔ تو فرمایا۔

اصل عید کا تعلق دل سے ہے۔ کوئی آفت، کوئی مصیبت، کوئی ٹھوکر ہلاکت کا موجب نہیں ہو سکتی اگر دل تندرست ہو۔ [۶] انسان معمولی بیمار ہوتے ہیں مگران کی بیماری بیماری نہیں کہلاتی لیکن جس کے جسم میں بیماری گھر کر جائے وہ بیمار ہے۔ اگر کسی انسان کا خدا سے تعلق ہو تو دنیا کی کوئی آفت اس کے لئے آفت نہیں۔ پس خدا سے تعلق پیدا کرو، معاملات میں عدل و انصاف کرو، دوسروں کے حقوق ادا کرو اور یاد رکھو کہ تم سے خدا کا جلال ظاہر نہیں ہو سکتا جب تک کہ تم اپنی ہر ایک حالت کو درست نہ کرو۔ تم اپنے حقوق پر زور مت دو کیونکہ دنیا میں سب سے بڑی غلطی یہی ہے کہ ہر شخص اپنے حقوق کا دوسروں سے مطالبہ کرتا ہے۔ مگر چاہئے کہ تم دوسروں کے حقوق کو اپنے ذمہ نہ رہنے دو۔ اگر کوئی شخص مقروض ہے اور وہ فی الحال روپیہ نہیں دے سکتا تو اس سے نرمی کرو۔ اگر یہ روح پیدا ہو جائے تو دنیا میں فتنے نہیں رہ سکتے۔

پس تمہاری عید تب ہوگی جب تمہارے دل ٹھیک ہو جائیں گے۔ خدا سے صفائی کرو۔ اپنے اندر صفائی پیدا کرو اور اس عید کے لئے کوشش کرو جس کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ اب میں دعا کرتا ہوں باقی سب آمین کہیں۔ (الفضل ۲۰ جون ۱۹۲۱ء)

---

[۱] جنگ عظیم اول ۱۹۱۴ء۔ ۱۹۱۸ء کا ذکر ہے۔

[۲] جنرل دریا خان نے مغل شہنشاہ ہند شاہجہان کے خلاف بغاوت کی۔ جب وہ شاہی افواج کے ہاتھوں مغلوب ہوا تو اس کے ہمراہی سرداروں نے اپنے ہاتھوں اپنی بیویوں کو قتل کر دیا۔

(منتخب اللباب مغلیہ دور حکومت حصہ دوم صفحہ ۴۹ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۶۳ء)

[۳] ملفوظات جلد ۷ صفحہ ۱۴۵ تا ۱۵۰

[۴] ہندوستان کے مسلمانوں میں عید الفطر کے دن سیویاں کھانے کا رواج ہے۔ اسی طرف اشارہ ہے (فرہنگ آصفیہ مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور ۱۸۹۸ء)

[۵] ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۱۰۲

[۶] علم الامراض میر اشرف علی جی۔ ایم۔ سی۔ بی صفحہ ۱۶۸

[۷] ترمذی ابواب الجنة باب ماجاء فی سوق الجنة۔ صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوة الطائف۔ صحیح بخاری کتاب الحوض باب قول الله انا

اعطینک الکوثر صحیح بخاری کتاب الادب باب علامۃ الحب فی اللہ

۸ـ الفضل مورخہ ۲۳۔ مئی ۱۹۲۱ء

۹ـ الانعام:۱٦۵

۱۰ـ صحیح مسلم کتاب البیوع باب اخذ الحلال و ترک الشبہات